مدارسِ دینیہ کی اہمیت اور ضرورت

مفتی حامد حسن
استاذ دار العلوم عیدگاہ، کبیر والا

مدارس جمع ہے مدرسہ کی، عربی لغت میں مدرسہ ظرف ہے جس کا معنی ہے پڑھنے پڑھانے کا مقام۔ عرفِ عام میں مدرسہ اس جگہ کو کہا جاتا ہے، جہاں علم دین، قرآن وسنت سیکھا، سکھایا جائے۔

یوں تو تعلیم وتعلم کا سلسلہ ابتداء آفرینش سے شروع ہوا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔ "وعلم ادم الاسماء کلھا" جس کی بدولت سیکھنا، سکھانا ایک فطرتِ انسانی بن گئی۔ رفتہ رفتہ تعلیم گاہیں وجود میں آئیں، لیکن اسلام میں اولین جس تعلیم گاہ کی بنیاد رکھی گئی، مدینہ طیبہ کا وہ مقدس حصہ ہے جہاں چھپر ڈال کر طلباء دین کو بٹھایا گیا تھا، تاریخ وحدیث میں اس کو "صفہ" کہا جاتا ہے۔

پہلے مدرسہ نے اپنے ذوق کو پھیلانے کی خاطر طلباء دین کو اطرافِ مدینہ میں بھیجنا شروع کر دیا، دیکھتے ہی دیکھتے ہر گھر اور ہر محلّہ میں قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائیں گونجنے لگیں۔

ارتقاءِ زمانہ کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم وتعلم کی ضرورت بڑھی۔ اس ضرورت کا احساس کرتے ہوئے خلفاءِ خیر القرون نے مراکز ومکاتبِ علم قائم کئے۔ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم خصوصاً سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خصوصی دلچسپی لیتے ہوئے معلمین خیر کو مختلف علاقوں میں مقرر کیا۔ ۱۷ھ میں کوفہ شہر آباد کر کے صاحب مطہرۃ والنعلین سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اور قرآن وحدیث کے ماہر کو تعلیم وترویج دین کی خاطر وہاں مقرر کیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں مفتوحہ علاقے علم دین کی روشنی سے منور ہو گئے۔ مدینہ طیبہ کے علاوہ مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ، شام، مصر اور دیگر علاقے علمی مراکز کے طور پر دنیا کے سامنے ہویدا ہوئے۔ اس کے بعد ہر آنے والے خلیفہ اور حاکم نے اپنی ترجیحات میں علم دین کی نشر واشاعت، علمی مراکز کی وسعت اور استحکام کو شامل کیا۔ دریں اثناء دور بنی عباس شروع ہو چکا تھا، حکمران بنو عباس کی آبرو، تاریخِ اسلام کا درخشندہ ستارہ، خلیفہ مامون الرشید مسندِ خلافت پر براجمان ہوا۔ مامون

الرشید کا دورِ اقتدار علمِ دین کی ترقی اور ترویج کے اعتبار سے ایک سنہری دور کہلاتا ہے۔ مساجد و مدارس کی آبادکاری، تعمیر نو کے علاوہ علماء وطلباء کے وظائف کا تقرر، اہم عہدوں پر فقہاء کو مقرر کرنا، دربارِ شاہی میں علمی مباحث کا انعقاد ایک انوکھا طرزِ انداز تھا۔ اس طرح علم دین کی اشاعت، مدارس و مساجد کی تعمیر و ترقی حکومت کی ذمہ داری سمجھی جاتی تھی اور اس ذمہ داری کو حکومتیں احسن طریقہ سے نبھاتی تھیں۔

مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ حکمران طبقہ کی ترجیحات بدلیں، رضائے حق کی بجائے غیر اللہ کی خوشنودی کو کرسی کے حصول اور بچاؤ کی خاطر قبلہ بنایا تو مدارس و مساجد کی تعمیر و ترقی کی بجائے ان کی بیخ کنی کی ٹھان لی۔ ابتداً یہی سوچا کہ مدارس و مساجد کی کفالت کو چھوڑ دو، مالی تعاون نہ ہونے کی وجہ سے مراکز علم و حکمت اپنی موت خود مر جائیں گے۔ مردانِ دور اندیش نے بدلتے تیوروں کو بھانپتے ہوئے مدارس و مساجد کی کفالت کا یوں انتظام کیا کہ اپنی جاگیریں مدارس و مساجد کے نام وقف کرا کے وہاں کے ذمہ دار عالم دین کو اس کا مسئول بنادیا۔ وقف کی آمدنی کو علماء وطلباء پر خرچ کیا جانے لگا، حکمران طبقہ کا مقصد حل نہ ہوسکا تو دوسری کاری ضرب لگائی، متولیانِ اوقاف کے نااہل جانشینوں کو ورغلا کر یہ باور کرایا کہ یہ جاگیریں تمہاری ذاتی ہیں، مدارس و مساجد پر خرچ کر کے برباد نہ کرو۔ نااہل جانشین جال میں پھنس گئے، مدارس و مساجد کی جاگیریں قبضہ میں لے کر گدی نشین، سجادہ نشین مخادیم بنے، عیش کدوں میں محوِ خواب غفلت ہو کر مدارس و مساجد کی ویرانی کا سبب بنے۔ گدی نشینوں کی جاگیریں درحقیقت اموال موقوفہ ہیں یا پھر عنایات ملکہ وکٹوریہ ہیں، اسلام دشمنی کے نتیجہ ہیں؟ جو گھوڑ پال اسکیم کے تحت ملتی تھیں۔ لیکن اعلان ربانی ہے: "یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔"

زندہ دلانِ اسلام نے ڈوبتی نو کو سہارا دیتے ہوئے مدارس دینیہ کو نیا رنگ دیا، نئے جذبے سے بقائے اسلام کی خاطر ہمہ تن متوجہ ہوئے۔ تن، من، دھن خرچ کرتے ہوئے دین اسلام کی اشاعت اور حفاظت کی، اصحاب ثروت، محبان ملت نے اپنی بساط سے بڑھ کر مالی تعاون کیا۔ بہی خواہان تہی دست بھی پیچھے نہ رہے، بارگاہ رب ذی الجلال میں دست دعا بلند رکھے، زمانہ کے نشیب و فراز سے گزرتے ہوئے مدارس دینیہ اس پر فتن دور میں آن پہنچے۔ لیکن خواہش پرست طبقہ نے پھر بھی معاف نہ کیا، وراثت میں ملی دین دشمنی کی بدولت مختلف حیلوں بہانوں سے مدارس و مساجد کی بیخ کنی کی فکر دامن گیر ہوئی، کبھی تو بدنام زمانہ لقب "دہشت گردی" سے نوازا جاتا ہے، کبھی حساب۔ کتاب کے بہانہ چندہ دہندگان کے اتے پتے معلوم کر کے ان کو ہراساں و پریشان کیا جاتا ہے، کبھی مدارس دینیہ کا رخ کرنے والے طلباء کا تعاقب کیا جاتا ہے۔ غرض ہر وہ نسخہ اکسیر آزمایا جارہا ہے، جس کی تجویز مسلم کشی کے ماہر تھنک ٹینک کرتے ہیں۔ نامعلوم آئندہ کیا کچھ ہوگا؟......

اہل اسلام اور علماء وطلباء پریشان ہونے کی بجائے اس فرمان باری تعالیٰ پر نظر رکھیں: ﴿انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرھا فاحتمل السیل زبداً رابیا ومما یوقدون علیہ فی النار ابتغاء حلیۃ او متاع زبد مثلہ

كـذلك يـضرب الله الحق والباطل فاما الزبد فيذهب جفاء واما ما ينفع الناس فيمكث في الارض كذلك يضرب الله الامثال﴾(سورۃ الرعد)

اسی نے آسمان سے مینہ برسایا، پھر اس سے اپنے اپنے اندازے کے مطابق نالے بہہ نکلے، پھر نالے پر پھولا ہوا جھاگ آ گیا اور جس چیز کو زیور یا کوئی اور سامان بنانے کے لئے آگ میں تپاتے ہیں، اس میں بھی ایسا ہی جھاگ ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے، سو جھاگ تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے اور (پانی) جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔ اس طرح اللہ (صحیح اور غلط کی) مثالیں بیان فرماتا ہے (تاکہ تم سمجھو)

نصاب تعلیم:...... مدارس کا مقصد قال اللہ وقال الرسول کی تعلیم ہے، اس لئے مدارس کا بنیادی نصاب ہی قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ بعض دیگر علوم جیسے صرف، نحو، منطق، فلسفہ، بلاغت، عربی ادب وغیرہ تو قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھنے کی خاطر پڑھائے جاتے ہیں جبکہ فقہ اور اصول فقہ تو قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست متعلق ہیں۔ مدارس دینیہ کے ہشت سالہ تعلیمی دورانیہ میں درجہ عامہ سال دوم سے ہی تفسیر پارہ عم اور زاد الطالبین، فقہ، اصول فقہ سے لے کر دیگر علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ آخری سال دورہ حدیث شریف میں صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب احادیث پڑھانے کا رواج ہے، بحمد اللہ تعالیٰ مدارس کا نصاب تعلیم مبارک اور مقدس ہے، یہی وجہ ہے کہ مدارس و جامعات اور دار العلوم میں سینکڑوں طلبہ اکٹھے رہنے کے باوجود کبھی کوئی لڑائی، جھگڑا، فائرنگ، جلاؤ گھیراؤ، ہڑتالیں، خطرناک ہتھیار و منشیات کی برآمدگی وغیرہ جیسے مذموم دھندوں کا تلاش بسیار کے باوجود ثبوت نہیں ملتا: "ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔"

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن وسنت نے دوقومی نظریہ واضح الفاظ میں پیش کئے ہیں:

(۱)...... اسلامی نظریہ...... (۲)...... غیر اسلامی نظریہ اور دوقومی نظریہ کا انکار کرنا یا انکار کرانے کی کوشش کرنا سعی حاصل کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا۔ ممکن ہے کہ اسی دوقومی نظریہ کے پرچار کی وجہ سے مدارس اور علماء و طلباء کو مورد الزام ٹھہرایا جا رہا ہو جس کی بدولت "دہشت گرد" گردانا جا رہا ہے۔ اگر یہی وجہ ہے تو یہ وجہ عقل کے خلاف ہے۔ خالق کائنات نے تو اپنے نافرمانوں کو کافر و فاسق کہا اور ایسے منکرین کو کافر کہنے کا حکم فرمایا تو منکر کو کافر کہنا دوقومی نظریہ کی وجہ سے ہے۔ علاوہ ازیں قائداعظم نے جس آزاد مملکت کا سوچا، تگ و دو کی، اہل وطن نے لاکھوں قربانیاں پیش کیں۔ اس آزاد مملکت کی بنیاد دوقومی نظریہ پر ہے، پہلے کہا گیا "پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ" مختلف اجتماعات میں مسلم لیڈران نے آزادی کا نعرہ لگایا، قوم کو آزادی پر ابھارا، یہ سب اس نقطہ پر دائر تھا کہ مسلم قوم کے لئے آزاد اسلامی ریاست ہو۔ بالفرض اگر دوقومی نظریوں کا پرچار کرنا دہشت گردی ہے اور مزاج شاہی کے خلاف ہے تو پھر یہی عرض کیا جائے گا کہ دوقومی نظریہ اور اس کا پرچار کرنا قرآن وسنت کے علاوہ ہمیں قائداعظم نے سکھلایا ہے۔ صرف چند دہائیوں میں اپنے قائد کو بھول جانا طریقہ

وفا شعاری نہیں ہے۔

مدارس دینیہ کی کارکردگی:...... مدارس دینیہ کا کام یہ ہے کہ ناواقف، تہذیب سے عاری، رینٹھ بہاتے، چھوٹے بچوں پر محنت کر کے مہذب بنانا، حافظ، قاری اور عالم بنانا جو خوف الٰہی اور معرفت الٰہی سے خالی تھے، ان بے آباد دلوں کو محبت اور معرفت الٰہیہ سے معمور کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مدارس دینیہ سے صحیح معنوں میں وابستہ افراد پر تواضع، خشیت، جذبہ خیر خواہی اور آثار صلاح نمایاں نظر آتے ہیں۔ دل اور زبان کے سچے، وعدہ کے پکے، نرم خو، ایثار، غمخواری اور حسن اخلاق کے پیکر، مجسمہ شرم وحیا، علم وعمل کے چلتے پھرتے سپوت پیدا کرنا مدارس کا اولین مقصد ہے۔ امام غزالی، رازی، بوعلی سینا، شیخ الہند، گنگوہی، مدنی، تھانوی اور مولانا الیاس رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے مشاہیر اور مصلحان امت مدارس ہی کی پیداوار ہیں۔

مقولہ مشہور ہے: ''صاحب البیت ادری بمافیہ'' قریبی لوگ حقائق سے بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ مدارس دینیہ کے قریبی ہمسائے نے کبھی یہ شکایت نہیں کی ہوگی کہ فلاں طالب علم اور فلاں عالم صاحب کی طرف سے ہمیں اپنی عزت، مال وجان کا خطرہ ہے۔ حقائق پر مبنی کسی پولیس اسٹیشن میں ایف آئی آر درج نہ ہوگی کہ فلاں مفتی، طالب دین نے کرپشن کی، کریڈٹ کارڈ چرائے، اختیارات کا ناجائز استعمال کیا، گن پوائنٹ پر عزت سے کھیلا یا پھر تین چار سالہ عمر کی بچی کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا، وغیرہ......تو ایسے باصفات لوگ کیسے دہشت گرد بن جاتے ہیں؟......اس مادی دور میں جبکہ سر چکرا دینے اور خودکشی پر مجبور کرنے والی گرانی کے باوجود اہل علم صبر وقناعت کے ساتھ خوش وخرم زندگی بسر کر رہے ہیں، علم دین کی اشاعت اور حفاظت میں مصروف عمل ہیں۔ انہیں یہ خوشی اور صبر وقناعت والی نعمت عظمیٰ کا ملنا مدارس کی تعلیم وتربیت کا نتیجہ ہے۔ یہ صبر وقناعت درحقیقت پہلے اسلامی مدرسے صفہ کے طلباء حضرت بلال، ابوہریرہ رضی اللہ عنہما وغیرہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام سے ورثہ میں ملا ہے۔ جنہوں نے قوت لا یموت پر گزارہ کر کے علم دین سیکھا اور امت تک پہنچایا۔

رہا یہ سوال کہ کفر کو مدارس، طلباء وعلماء سے نفرت کیوں ہے؟ روز اول سے شروع ہونے والی اس عداوت کے اسباب کیا ہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ کفریہ طاقتوں کی عداوت کا اہم سبب بنیاد پرستی ہے۔ کفریہ طاقتیں یہود ونصاریٰ اور مشرکین اپنے نظریات پر اس قدر ڈٹے ہوئے ہیں کہ احکم الحاکمین کے فیصلہ نسخ یہودیت ونصرانیت کو بھی ٹھکرا دیا، توحید کی بجائے شرک کو اپنایا، اعلان نبوت سے ہی اقوام عالم فخر رسل صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہو گئیں، مختلف محاذ آرائیں ہوئیں، فتح و شکست سے دوچار ہوتے ہوئے پروانہ شمع رسالت انجام کار فتح یاب ہوئے، قیصر وکسریٰ جیسی عالمی طاقتیں پارہ پارہ ہوئیں، صلیب کا پجاری زخم خوردہ بھیڑیا کی طرح اپنے کفریات اور فحاشی کو اہل اسلام میں عام کر کے اپنی سابقہ شکست کا بدلہ لینا چاہتا ہے۔ ان مذموم مقاصد میں سدِ راہ مدارس دینیہ ہیں، اسی لئے کفریہ طاقتیں مدارس ومساجد کی مخالف بن گئی

ہیں۔لیکن یہ ایک حقیقت ہے، رہتی دنیا تک لیل ونہار رہے گا، گرمی سردی رہے گی، اجالا وتاریکی کا ایک دوسرے کا ساتھ ہے، اسی طرح اسلام اور کفر کا مقابلہ بھی ازل سے ہے تا قیامت رہے گا، انجام کار غلبہ اسلام کا ہوگا، ان شاء اللہ العزیز، کفر یہ طاقتیں یہ بھول جائیں کہ وہ اسلام کو ختم کردیں گی، جب ان کے آباء واجداد ہرقل، پرویز، خسرو اسلام کا کچھ نہ بگاڑ سکے تو آج ان کے چیلے کیا کرسکیں گے؟

مدارس کو نفرت کی نظر سے دیکھنے کی بجائے بنظر انصاف دیکھا جائے اور اس کے نظام اور نصاب تعلیم میں غور کیا جائے تو مدارس کا سراسر خیر ہی خیر ہونا واضح ہوگا، کیونکہ مدارس دینیہ واحد وہ مقامات ہیں جہاں حدود اللہ اور احکام الٰہی سکھائے جاتے ہیں، انسانیت سے بڑھ کر جانوروں کے حقوق کی بھی تلقین کی جاتی ہے، اہل کفر، اہل ذمہ کے حقوق بھی بڑی تاکید کے ساتھ بتائے جاتے ہیں۔

مدارس کی ضرورت واہمیت:......اہل اسلام اپنے عقائد، اعمال، معاش، معاشرت، اخلاق، پیدائش سے لے کر موت تک ہر چیز میں احکام اسلام کے محتاج ہیں۔اہل اسلام کی مکمل دینی راہنمائی بصورت تعلیم وتعلم، وعظ ونصیحت، زبانی اور تحریری مسائل کا بتانا، فتوی اور قضاء مدارس دینیہ ہی کررہے ہیں۔اس قدر بڑی ذمہ داری کو احسن طریقہ کے ساتھ نبھانا مدارس دینیہ کا طرائے امتیاز ہے۔جس سے مدارس دینیہ کی اہمیت اور ضرورت واضح ہوتی ہے۔دعا ہے کہ اللہ جل شانہ مدارس ومساجد اور اہل اسلام کو ہر شر سے محفوظ رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

☆......☆......☆

عطاء بن ابی رباح بڑے عالم تھے، حدیث کے بھی اور فقہ کے بھی۔۲۴ھ میں وفات ہوئی، یہ مکہ کی ایک خاتون کے غلام تھے، کالے بھی تھے، کانے بھی، ناک چپٹی، ہاتھ لنجے، پاؤں میں لنگ بھی تھا اور اخیر عمر میں مکمل نابینا ہوگئے تھے، بال بہت گھنگھریالے تھے اور بہ قول ان کے تذکرہ نگاروں کے ناک چقندر کی سی تھی، بادشاہ وقت سلیمان بن عبدالملک ایک بار اپنے دو فرزندوں کے ساتھ ان کے پاس آیا، وہ نماز میں مشغول تھے، یہ منتظر رہے، شدہ شدہ عطاء کے لئے لوگوں کا ایک جم غفیر جمع ہوگیا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک حلقہ سا بن چکا تھا، لوگ احکام حج سے متعلق سوالات کرتے اور وہ جواب دیتے جاتے، یہاں تک کہ عطا کی پشت بادشاہ اور شہزادوں کی طرف ہوگئی اور رُخ دوسرے حاضرین کی طرف، ظاہر ہے، یہ بات کسی بھی طرح آدابِ شاہی سے میل نہ کھاتی تھی، سلیمان نے شہزادوں سے کہا کہ کھڑے ہوجاؤ، یہ کھڑے ہوگئے، پھر کہا کہ "علم (دین) کے حاصل کرنے میں کوتاہی سے کام نہ لینا، خدا کی قسم! میں اس سیاہ غلام کے سامنے اپنی ذلت کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔"

(من اخلاق العلماء: ص:۱۳۱)